گوش زد دایہ کی ہوئی یہہ سخن | تھی وہ استاد کارِ حیلہ و فن
پاس اسکو بلا تسلی کی | وعدۂ وصل سے تشفی کی
کای ستم دیدۂ غم دوری | ہو چکا اب زمان مہجوری
زار و نالہ نکر شکیبا ہو | عشق کا کام تا نہ رسوا ہو
سخت غیرت مین تھی یہہ غیرت ماہ | قطع تجھ بن نہو سکی تھی راہ
گرچہ یہہ حسب اتفاق سے ہی | اسکی بھی جذب اشتیاق سے ہی
جلد اب آنہ جیکو کاہش دی | چل کوئی دم مین داد خواہش لی
لیک دَر پردہ اُسنے یہہ ٹھانی | کیجئے اُسے دشمنی جانی
وقت نزدیک تھا سو آپہنچا | تا لب آب پا بپا پہنچا
آب کیسا کہ بحر تھا زخار | تند و مواج و تیرہ و تہ دار
موج کا ہر کنارہ طوفان پر | مارے چشمک حباب عمان پر
کشتی ایک آن کر ہوی موجود | ہو فلک پر ہلال جیسے نمود
کی کنارے پہ لا کے استاد | تھا محافہ رکوب آمادہ

جلد کشتی کے بیچ آپہنچا — یہہ وہان ساتھہ ہی لگا پہنچا
بیچ دریا کے دایہ نے جا کر — نعش اُس گل کی اُسکو دکھلا کر
پھینکے پانی کے سطح پر یکبار — اور بولی کہ او جگر افگار
حیف تیرے نگار کی پا پوش — موج دریا سے ہووی ہم آغوش
غیرت عشق ہی تو لا اُسکو — چھوڑیت یون برہنہ پا اُسکو
پار دریا کے اب اُترنا ہی — اس نواحی کی سیر کرنا ہی
پاؤن اُسکے جو ہین نگار آلود — حیف ہی ہوویں گر غبار آلود
جس کف پا کو رنگ گل ہو بار — منصفی ہی کہ خار سے ہون فگار
جی اگر تھا عزیز ای ناکام — کیون عبث عشق کو کیا بدنام
بے خبر کار عشق کی تہ سے — جست کی اُسنے اپنی جاگہ سے
تھا سفینے مین پا کہ دریا مین — موج زنجیر ہو گئی پا مین
کھنچ گیا قعر کو وہ گوہر ناب — تھی کشش آب کی مگر تہ آب
کہتے ہین ڈوبتے اُچھلتے ہین — ایسے ڈوبے کہین نکلتے ہین

یون جو دوسپے کہن وہ جا نکلے | غرق دریای عشق کیا نکلے
جگہتری ہای ڈوب کر وہ جوان | کھو دیا گوہر گرامے جان
دایہ حیلہ گر ہوئی دلشاد | وان سے کشتی چلی برنگ باد
خار خار دلی سے فارغ ہو | لے گئی پار اس گل نو کو
قصہ کوتاہ بعد یکہفتہ | آئی وہ رشک مہ بخود رفتہ
کہنے لاگی کہ اب تو ای دایہ | ہوگیا غرق وہ فرومایہ
اب تو وہ ننگ درمیانسے گیا | آرزومند اس جہانسے گیا
شور و فتنے تھے اس تلک سارے | ابتو پڑنا میان نہین بارے
مجھکو گھر مین نہین ہی کچھ آرام | رنج شام و سحر ہی مجھکو مدام
دل کوئی دم مین خون ہوویگا | آج کل مین جنون ہوویگا
پس یہ بہتر ہی مجھکو لے چل گھر | انکید و دم رہونگی دریا پر
گاہ باشد کہ دل مرا وا ہو | ورنہ کیا جانئے کہ پھر کیا ہو
دایہ بولی کہ ای سراسر ناز | حسن کا تیرے در پہ روی نیاز

اب تو فتنے کو مین سلا آئی   اس بلا کیتین اٹھا آئی
کون مانع ہی گھر کے چلنے کا   سد رہ کون ہی نکلنے کا
ہو محافے مین دل خوشی سے سوار   شاد و شادان کر آب سے تو گذار
خوش ہو وہان اپنے ہمدمون سے تو   گرم بازی ہو محرمون سے تو
و لیسے اپنے پدر کا غم کم کر   مادر مہربان کو خرم کر
یہ نہ سمجھی کہ بد بلا ہی عشق   کھا تین اپنے لگ رہا ہی عشق
خاک ہو گو کہ عاشق بیدل   کام سے اپنے وہ نہین غافل
جذب سے اپنے جب کری ہی کلام   عاشق مردہ سے وہ لیے ہی کام
وصل جیتے نہو میسر اگر   لاوے معشوق کو یہ تربت پر
صبح گاہان وہ غیرت خورشید   اس جگہہ سے روان ہوئی نا امید
پہنچی نصف النہار دریا پر   روئی بی اختیار دریا پر
حد سے زاید جو بیقرار ہوئی   دایہ کشتی مین لے سوار ہوئی
حرف زن یون ہوئی کہ ای دایہ   یہان گرا تھا کہان وہ کم مایہ

موج سے تھا کدھر کو ہم آغوش | تھا طلاطم سے کسطرف ہم دوش
تجھکو آیا نظر کہان جا کر | پھر جو ڈوبا تو کسطرف جا کر
مجھکو دیجو نشان اسجا کا | مین بھی دیکھون خروش دریا کا
لجہ و لطمہ کسکو کہتے ہین | گھر مین اسم نام سنتے رہتے ہین
ہی میسر کہان یہہ سیر عبور | اتفاقاً ہین اسطرح کے امور
گر چہ وہ دایہ تھی کامل | لیک وہ اس سخن سے تھی غافل
یہہ نسمجھی کہ ہی فریب عشق | ہی یہہ مہ پارہ ناشکیب عشق
بیچ دریا کے جا کہا یہہ حرف | بیان ہوا تھا وہ ماجرای شگرف
سنتے ہی یہہ کہان کہان کرکے | گر پڑی اپنا ترک جان کرکے
موج ہر یک کمند شوق تھی آہ | لپٹی اسکو برنگ مار سیاہ
دام گسترده عشق تھا تہ آب | جسکے حلقے تمام تھے گرداب
حسن موجون مین یون نظر آوے | نور مہتاب جیسے لہرا وے
تھین وہ اسکی حنائی انگشتان | غیرت افزای پنجۂ مرجان

کودے غواص و آشنا سارے | تا بمقدور دست و پا مارے
کھینچکر کوفت سب ہوے بیتاب | نہ لگا ہاتھ وہ ور نایاب
جا بہم آغوش مردہ یار ہوئی | تہ مین دریا کے ہم کنار ہوی
پاک کر زندگی کی آلایش | ہوی دست و بغل کی آسایش
سر پٹکتی جو گھر گئے دایہ | آفت یک تازہ لے گئی دایہ
اب و عم مادر و برادر سب | خاک افشان و آہ نالہ بلب
دار و دستہ تمام اس گل کا | ترک آنے مین کر تحمل کا
سوے دریا روان ہوے گریان | آتش غم سے دل جگر بریان
خلق یک جا ہوے کنارے پر | حشر برپا ہوئی کنارے پر
دام دارون سے سب نے کام لیا | آخر انکو اسیر دام کیا
نکلے دو نو ولے موے نکلے | دو نو دست و بغل ہوی نکلے
ربط جسمان بہم ہویدا تھا | مر گئے تس پہ شوق پیدا تھا
ایک کے لب ایک کو تسکین | ایک کا ہاتھ ایک کی بالین

مل رہے تھے وہ دو نو وصل وار | یکدگر سے جدا ہوے دشوار
کیون نہ دشوار ہووے انکا فصل | جان دے دے ہوا ہو جنکا وصل
حیرت کار عشق سے مردم | شکل تصویر آپ مین تھے گم

میر اب شاعری کو کر موقوف | عشق ہی ایک فتنہ معروف
اپنی قدرت جہان دکھاتا ہی | اس سے جو تو کہے سو آتا ہی
کتنی قدرت تری زبان مین ہی | کتنی وسعت تری بیان مین ہی

لب پہ اب مہر خاموشی بہتر
اس سخن سے فراموشی بہتر